Rohtas Mahila College , Sasaram

Dr Shahla Bano

Dept of Urdu

Course:-BA part 2 Hons paper 4th(2019-20)

Topic:- Anees ki Marsiya Nigari pr ek ghayez nazar

Scanned with CamSca

انیس کی مرثیہ نگاری پر ایک غائرانہ نظر

میر انیس کسی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں بلکہ مرثیہ نگاری کی دنیا میں ایک تابندہ ستارہ ہیں۔ حالانکہ مرثیہ نگاری کا آغاز دکن میں پندرہویں صدی کے نصف میں ہوا۔ قدیم دکنی دور میں مثنوی کی طرح یہ بھی ایک محبوب و مقبول صنف سخن رہی ہے۔ شمالی ہند میں میر اور سودا سے قبل مرثیہ گو کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ملتی۔ اردو شاعروں کے تذکرے میں غلام مصطفیٰ خان یک رنگ، میر آگاہی، خواجہ برہان الدین عاصی، علی علی، سید محمد تقی، نذر علی خان گران، مرزا علی، فلی ندیم، میر عبداللہ مسکین، حزیں اور غمگین دہلوی کے نام سر فہرست نظر آتے ہیں۔ بیشتر شاعروں نے ایک دوسرے کے مرثیہ گوئی پر اعتراض بھی کیا۔ سودا نے سید محمد تقی کے ایک مرثیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا تھا:

آپ کے مرثیے کا یوں قائل ۔ خون جس سے ہوا کا ہے دل
سن کے جمائے جس پہ بے صرف تلک ۔ مقام کو ملتی سینہ صبح تلک
لیکن افسوس صد ہزار افسوس ۔ یہی آتا ہے بار بار افسوس۔
پڑھتا تجھ جما تجھ جیسے رودیں ۔ یعنی اس کے نہ تجھ سے حاصل ہو دیں

سودا کو بنیادی اعتراض یہ تھا کہ مرثیہ گو شاعر فن شاعری کے اصولوں کی پابندی نہیں کرتا۔

میر ببر علی انیس کو شاعری ورثے میں ملی تھی۔ ان کے دادا میر حسن اردو کی سب سے اہم مثنوی "سحر البیان" کے مصنف ہیں۔ میر انیس فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالا تو گھر میں مرثیہ گوئی کا ماحول دیکھا۔ میر انیس نے شاعری کی ابتدا غزل سے کی۔ لیکن بہت

Scanned with CamSca

جلد غزل سے مرثیہ گوئی کے میدان میں آ گئے۔ انیس کی سب سے بڑی خوبی ان کی قادر الکلامی ہے۔ نازک خیالات، لطیف جذبات اور مشکل فلسفوں کو سیدھے سادے الفاظ میں برجستگی اور بے تکلفی سے بیان کرتے ہیں۔ اور سننے والوں کے دل و دماغ پر اثر چھوڑنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ واقعہ نگاری پر انیس کو پوری قدرت حاصل ہے۔ وہ کسی واقعہ کے صرف ان جذبات کا بیان کرتے ہیں جس سے پورا واقعہ آنکھوں کے سامنے متحرک نظر آنے لگتا ہے۔ ایک مصور اپنی تصویر میں کہیں ہلکے رنگ تو کہیں شوخ رنگ استعمال کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تصویر کے کن کن اجزاء کو نمایاں کرنے سے دیکھنے والوں کے دل و دماغ پر کیا اثر چھوڑتا ہے۔ میر انیس اس فن سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے واقعہ نگاری اور منظر نگاری میں اس فن سے کام لیا ہے۔ انہوں نے اپنی تخیلاتی قوت کو بروئے کار لا کر صبح، شام، گرمی اور بہار وغیرہ کا اس طرح بیان کیا کہ مرثیے کے وہ پہلو منظر نگاری کے بہترین شاہکار بن گئے ہیں۔

زبان و بیان کے معاملے میں تو میر انیس کا مقابلہ کوئی دیگر مرثیہ گو نہیں کر سکتا۔

سید مسعود حسن رضوی ادیب نے "روح انیس" میں لکھا ہے کہ انیس جب دو شخصوں کی گفتگو لکھتے ہیں تو الفاظ، طرز کلام اور لب و لہجے میں متکلم اور مخاطب دونوں کی عمر، صنف، سیرت، حیثیت، وقتی قلبی کیفیت، گفتگو کے موقع اور ان کے باہمی تعلقات کا بخوبی لحاظ رکھتے ہیں۔

اس طرح مرثیہ نگاروں میں ان کا مقام ایک تابندہ ستارہ جیسا ہے فن مرثیہ گوئی کو بام ثریا تک پہنچانے میں انکی کاوش نے ایک خاص مقام عطا کیا ہے اور اپنی مرثیہ نگاری کو زندہ جاوید بنا دیا ہے

Scanned with CamSca